احکام ان کی قبولیت سے ٹکراتے تھے۔ اس لئے دشمنی پر تل جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ محمد بن کعب اسمٰعیل بن خالد سدی ربیع بن انس عطیہ عوفی اور قتادہؒ وغیرہ کا قول یہی ہے کہ روح القدس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جیسے قرآن شریف میں اور جگہ ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِينُ یعنی اسے لے کر روح امین اترے ہیں۔ صحیح بخاری میں تعلیقاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ شاعر کے لئے مسجد میں منبر رکھوایا۔ وہ مشرکین کی ہجو کا جواب دیتے تھے اور آپؐ ان کے لئے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ عزوجل حسان کی مدد روح القدوس سے فرما جیسے کہ یہ تیرے نبی کی طرف سے جواب دیتے ہیں۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت فاروقی کے زمانے میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے آپ کی طرف تیز نگاہیں اٹھائیں تو آپؓ نے فرمایا میں تو اس وقت بھی ان شعروں کو یہاں پڑھتا تھا جب یہاں تم سے بہتر شخص موجود تھے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا ابو ہریرہ تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا؟ کہ اے حسان تو مشرکوں کے اشعار کا جواب دے اے اللہ تو حسان کی تائید روح القدس سے کر۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم میں نے حضورؐ سے یہ سنا ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حسان تم ان مشرکین کی ہجو کرو۔ جبرئیل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت حسان کے شعر میں بھی جبرئیل کو روح القدس کہا گیا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے روح کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا تمہیں اللہ کی قسم اللہ کی نعمتوں کو یاد کر کے کہو۔ کیا خود تمہیں معلوم نہیں کہ وہ جبرئیل ہیں اور وہی میرے پاس بھی وحی لاتے ہیں۔ ان سب نے کہا بیشک (ابن اسحاق) ابن حبان میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں کہا کہ کوئی شخص اپنی روزی اور زندگی پوری کئے بغیر نہیں مرتا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور دنیا کمانے میں دین کا خیال رکھو۔

بعض نے روح القدس سے مراد اسم اعظم لیا ہے۔ بعض نے کہا ہے فرشتوں کا ایک سردار فرشتہ ہے۔ بعض کہتے ہیں قدس سے مراد اللہ تعالیٰ اور روح سے مراد جبرئیل ہے کسی نے کہا ہے قدس یعنی برکت کسی نے کہا ہے پاک کسی نے کہا ہے روح سے مراد انجیل ہے جیسے فرمایا وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا یعنی اسی طرح ہم نے تیری طرف روح کی وحی اپنے حکم سے کی۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ یہی ہے کہ یہاں مراد روح القدوس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جیسے اور جگہ ہے اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ الخ اس آیت میں روح القدس کی تائید کے ذکر کے ساتھ کتاب وحکمت تورات وانجیل کے سکھانے کا بیان ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ اور چیز ہے اور وہ اور چیز علاوہ ازیں روانی عبارت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

قدس سے مراد مقدس ہے جیسے حَاتِمٌ جُوْدٌ اور رَجُلٌ صِدْقٌ میں روح القدس کہنے میں اور روح منہ کہنے میں قربت اور بزرگی کی ایک خصوصیت پائی جاتی ہے۔ یہ اس لیئے بھی کہا گیا ہے کہ یہ روح مردوں کی پیٹھوں اور حیض والے رحموں سے بے تعلق رہی ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ روح لی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک فرقے کو تم نے جھٹلایا اور ایک فرقے کو تم قتل کرتے ہو جھٹلانے میں ماضی کا صیغہ لائے لیکن قتل میں مستقبل کا اس لئے کہ ان کا حال آیت کے نزول کے وقت بھی یہی رہا چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ اس زہر آلود لقمہ کا اثر برابر مجھ پر رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اس وقت اس نے رگ رگ کر جان کاٹ دی۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا
مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا
عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف والے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے انہیں اللہ نے ملعون کر دیا ہے۔ ان کا ایمان بہت ہی تھوڑا ہے ○ ان کے پاس جب اللہ کی کتاب کو سچا کرنے والی آئی جس کے پہلے یہ خود اس کے ساتھ کافروں پر فتح چاہتے تھے تو باوجود آ جانے اور باوجود پہچان لینے کے پھر کفر کرنے لگے۔ اللہ کی لعنت ہو ان کافروں پر ○

غلف کے معنی: ☆☆ (آیت:۸۸) یہودیوں کا ایک قول یہ بھی تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں یعنی یہ علم سے بھرپور ہیں۔ اب ہمیں نئے علم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے جواب ملا کہ غلاف نہیں بلکہ لعنت الٰہیہ کی مہر لگ گئی ہے' ایمان نصیب ہی نہیں ہوتا۔ غُلْفٌ کو غُلُفٌ بھی پڑھا گیا ہے یعنی یہ علم کے برتن ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّةٍ الخ یعنی جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس چیز سے ہمارے دل پردے اور آڑ میں اور ہمارے دلوں کے درمیان پردہ ہے' آڑ ہے ان پر مہر لگی ہوئی ہے۔ وہ اسے نہیں سمجھتے' اسی بنا پر وہ نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ اسے یاد رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ بعض دل غلاف والے ہوتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔ یہ کفار کے دل ہوتے ہیں۔ سورہ نساء میں بھی ایک آیت اسی معنی کی ہے وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ تھوڑا ایمان لانے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ان میں سے بہت کم لوگ ایماندار ہیں اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ ان کا ایمان بہت کم ہے یعنی قیامت ثواب عذاب وغیرہ کے قائل' حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھنے والے' توراۃ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں مگر اس پیغمبر آخر الزمان کو مان کر اپنا ایمان پورا نہیں کرتے بلکہ آپؐ کے ساتھ کفر کر کے اس تھوڑے ایمان کو بھی غارت اور برباد کر دیتے ہیں۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ یہ سرے سے بے ایمان ہیں کیونکہ عربی زبان میں ایسے موقعہ پر بھی ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں مثلاً میں نے اس جیسا بہت ہی کم دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھا ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔

انکار کا سبب: ☆☆ (آیت:۸۹) جب کبھی یہودیوں اور عرب کے مشرکین کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب اللہ کی سچی کتاب لے کر اللہ کے ایک عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں ایسا قتل و غارت کریں گے کہ تمہارا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ اللہ یا تو اس نبی کو جلد بھیج جس کی صفتیں ہم توراۃ میں پڑھتے ہیں تاکہ ہم ان پر ایمان لا کر ان کے ساتھ مل کر اپنا بازو مضبوط کر کے تیرے دشمنوں سے انتقام لیں۔ مشرکوں سے کہا کرتے تھے کہ اس نبی کا زمانہ اب بالکل قریب آ گیا ہے لیکن جس وقت حضورؐ مبعوث ہوئے' تمام نشانیاں آپ میں دیکھ لیں' پہچان بھی لیا' دل سے قائل بھی ہو گئے مگر چونکہ آپ عرب میں سے تھے' حسد کیا اور آپؐ کی نبوت کا انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے لعنت یافتہ ہو گئے بلکہ وہ مشرکین مدینہ جو ان سے یہ سنتے چلے آتے تھے انہیں ایمان نصیب ہوا اور بالآخر حضورؐ کے ساتھ مل کر وہ یہود پر غالب آ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت بشر بن براءؓ حضرت داؤد بن سلمہؓ نے ان یہود مدینہ سے کہا بھی کہ تم تو ہماری شرک کی حالت میں ہم سے حضورؐ کی نبوت کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے مگر اب جب کہ وہ اوصاف جو تم حضرت کے بیان کرتے تھے' وہ تمام اوصاف آپ میں ہیں۔ پھر تم خود ایمان کیوں نہیں لاتے؟ آپ کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ تو سلام بن مشکم نے جواب دیا کہ ہم ان کے بارہ میں نہیں کہتے تھے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ پہلے تو مانتے

تھے۔منتظر بھی تھے لیکن آپ ﷺ کے آنے کے بعد حسد اور تکبر سے اپنی ریاست کے کھوئے جانے کے ڈر سے صاف انکار کر بیٹھے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

بہت بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنے تئیں بیچ ڈالا وہ ان کا کفر کرنا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ چیز کے ساتھ محض اس بات سے جل کر کہ اللہ نے اپنا فضل اپنے جس بندہ پر چاہا نازل فرمایا۔اس باعث یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے اور ان کافروں کے لئے رسوا کرنے والے عذاب ہیں ○

برا ہو حسد کا: ☆☆ (آیت:۹۰) مطلب یہ ہے کہ ان یہودیوں نے حضور کی تصدیق کے بدلے تکذیب کی اور آپ پر ایمان لانے کے بدلے کفر کیا۔آپ کی نصرت وامداد کے بدلے مخالفت اور دشمنی کی۔اس وجہ سے اپنے آپ کو جس غضب الٰہی کا سزاوار بنایا وہ بدترین چیز ہے جو بہترین چیز کے بدلے انہوں نے لی اور اس کی وجہ سوائے حسد وبغض، تکبر وعناد کے اور کچھ نہیں چونکہ حضور ان کے قبیلہ میں سے نہ تھے بلکہ آپ عرب میں سے تھے۔اس لئے یہ منہ موڑ کر بیٹھ گئے حالانکہ اللہ پر کوئی حاکم نہیں۔وہ رسالت کے حق دار کو خوب جانتا ہے۔وہ اپنا فضل وکرم اپنے جس بندے کو چاہے عطا فرماتا ہے۔پس ایک تو توراۃ کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر غضب نازل ہوا۔دوسرا حضور کے ساتھ کفر کرنے کے سبب نازل ہوا۔یا یوں سمجھ لیجئے کہ پہلا غضب حضرت عیسیٰ کو پیغمبر نہ ماننے کی وجہ سے اور دوسرا غضب حضرت محمد کو پیغمبر تسلیم نہ کرنے کے سبب سے، سدی کا خیال ہے کہ پہلا غضب بچھڑے کے پوجنے کی بابت تھا دوسرا غضب حضور کی مخالفت کی بنا پر۔چونکہ یہ حسد وبغض کی وجہ سے حضور کی نبوت سے انکاری ہوئے تھے اور اس حسد بغض کا اصلی باعث ان کا تکبر تھا، اس لئے انہیں ذلیل عذابوں میں مبتلا کر دیا گیا تا کہ گناہ کا پورا بدلہ ہو جائے جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ میری عبادت سے جو بھی تکبر کریں گے، وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، متکبر لوگوں کا حشر قیامت کے دن انسانی صورت میں چیونٹیوں کی طرح ہوگا جنہیں تمام چیزیں روندتی ہوئی چلیں گی اور جہنم کے ''بولس'' نامی قید خانے میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں کی آگ دوسری تمام آگوں سے تیز ہوگی اور جہنمیوں کا لہو پیپ وغیرہ انہیں پلایا جائے گا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لاؤ تو کہہ دیتے ہیں، جو ہم پر اتاری گئی اس پر ہمارا ایمان ہے حالانکہ اس کے بعد والی کے ساتھ جو

ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے' کفر کرتے ہیں- اچھا ان سے یہ تو دریافت کرو کہ اگر تمہارا ایمان پہلی کتابوں پر ہے تو پھر تم نے اگلے انبیاء کو کیوں قتل کیا ○
تمہارے پاس تو موسیٰ یہی دلیلیں لے کر آئے لیکن تم نے پھر بھی بچھڑا پوجا- تم ہو ہی ظالم ○

خود پسند یہودی مورد عتاب: ☆☆ (آیت:۹۱-۹۲) یعنی جب ان سے قرآن پر اور نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کو کہا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں توراۃ انجیل پر ایمان رکھنا کافی ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس میں بھی جھوٹے ہیں- قرآن تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور کی تصدیق موجود ہے' جیسے فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ یعنی اہل کتاب آپ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں پس آپ کے انکار کا مطلب توراۃ انجیل سے بھی انکار کے مترادف ہے- اس حجت کو قائم کر کے اب دوسری طرح حجت قائم کی جاتی ہے کہ اچھا توراۃ اور انجیل پر اگر تمہارا ایمان ہے' پھر اگلے انبیاء جو انہی کی تصدیق اور تابعداری کرتے ہوئے بغیر کسی نئی شریعت اور نئی کتاب کے آئے تو تم نے انہیں قتل کیوں کیا؟ معلوم ہوا کہ تمہارا ایمان نہ تو اس کتاب پر ہے' نہ اس کتاب پر- تم محض خواہش کے بندے' نفس کے غلام' اپنی رائے قیاس کے غلام ہو- پھر فرمایا کہ اچھا موسیٰ علیہ السلام سے تو تم نے بڑے بڑے معجزے دیکھے' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک' خون وغیرہ جو ان کی بددعا سے بطور معجزے ظاہر ہوئے- لکڑی کا سانپ بن جانا' ہاتھ کا روشن چاند بن جانا' دریا کو چیر دینا اور پانی کو پتھر کی طرح بنا دینا' بادلوں کا سایہ کرنا' من وسلویٰ اتارنا' پتھر سے نہریں جاری کرنا وغیرہ تمام بڑے بڑے معجزات جو ان کی نبوت کی اور اللہ کی توحید کی روشن دلیلیں تھیں سب اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر گئے' ادھر تم نے بچھڑے کو اللہ بنا لیا- اب بتاؤ کہ خود توراۃ پر اور خود حضرت موسیٰ پر بھی تمہارا ایمان کہاں گیا؟ کیا یہ بدکاریاں تمہیں ظالم کہلوانے والی نہیں؟ مِنْ بَعْدِهٖ سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد ہے-

دوسری جگہ ارشاد ہے وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى الخ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد آپ کی قوم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور اپنی جانوں پر اس گئوسالہ پرستی سے واضح ظلم کیا جس کا احساس بعد میں خود انہیں بھی ہوا جیسے فرمایا وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ یعنی جب انہیں ہوش آیا' نادم ہوئے اور اپنی گمراہی کو محسوس کرنے لگے- اس وقت کہا اے اللہ یا اگر تو ہم پر رحم نہ کرے اور ہماری خطا نہ بخشے تو ہم زیاں کار ہو جائیں گے-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ
بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ
الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ
خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾
وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طور کو کھڑا کر دیا (اور کہہ دیا) کہ ہماری دی ہوئی چیز کو مضبوط تھامو اور سنو تو انہوں نے کہا ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور ان کے دلوں

میں ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت (گویا) پلادی گئی۔ ان سے کہہ دو کہ تمہارا ایمان تمہیں برا حکم دے رہا ہے اگر تم ایماندار ہو ○ کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر صرف تمہارے ہی لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں تو آؤ اپنی سچائی کے ثبوت میں موت طلب کرو ○ لیکن اپنے کرتوتوں کو دیکھتے ہوئے کبھی بھی موت نہیں مانگیں گے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○

صدائے بازگشت: ☆☆ (آیت:۹۳) اللہ تبارک وتعالیٰ بنی اسرائیل کی خطائیں مخالفتیں' سرکشی اور حق سے روگردانی بیان فرما رہا ہے کہ طور پہاڑ جب سروں پر دیکھا تو اقرار کر لیا۔ جب وہ ہٹ گیا تو پھر منکر ہو گئے۔ اس کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا کر دریا میں ڈال دیا تھا جس پانی کو بنی اسرائیل نے پی لیا اور اس کا اثر ان پر ظاہر ہوا' گو بچھڑا نیست و نابود کر دیا گیا لیکن ان کے دلوں کا تعلق اب بھی اس معبود باطل سے لگا رہا۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم ایمان کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو؟ اپنے ایمان پر نظر نہیں ڈالتے؟ بار بار کی عہد شکنیاں' کئی بار کے کفر بھول گئے؟ حضرت موسیٰ کے سامنے تم نے کفر کیا۔ ان کے بعد کے پیغمبروں کے ساتھ تم نے سرکشی کی یہاں تک کہ افضل الانبیاء ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی نبوت کو بھی نہ مانا جو سب سے بڑا کفر ہے۔

مباہلہ اور یہودی مع نصاریٰ: ☆☆ (آیت:۹۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان یہودیوں کو نبی ﷺ کی زبانی پیغام دیا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو مقابلہ میں آؤ۔ ہم تم مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اسے ہلاک کر دے۔ لیکن ساتھ ہی پیشین گوئی بھی کر دی کہ یہ لوگ ہرگز اس پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ یہ لوگ مقابلہ پر نہ آئے اس لئے کہ وہ دل سے حضورؐ کو اور آسمانی کتاب قرآن کریم کو سچا جانتے تھے۔ اگر یہ لوگ اس اعلان کے ماتحت مقابلہ میں نکلتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ روئے زمین پر ایک یہودی باقی نہ رہتا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی آیا ہے کہ اگر یہودی مقابلہ پر آتے اور جھوٹے کے لئے موت طلب کرتے تو سب کے سب مر جاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے۔ اسی طرح جو نصرانی آپ کے پاس آئے تھے' وہ بھی اگر مباہلہ کے لئے تیار ہوتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کا نام ونشان بھی نہ پاتے (مسند احمد)

سورہ جمعہ میں بھی اسی طرح کی دعوت انہیں دی گئی ہے آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا آخر تک پڑھئے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم تو اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى جنت میں صرف یہودی اور نصاریٰ ہی جائیں گے اس لئے انہیں کہا گیا کہ آؤ اس کا فیصلہ اس طرح کر لیں کہ دونوں فریق میدان میں نکل کر اللہ سے دعا کریں کہ ہم میں سے جھوٹے کو ہلاک کر لیکن چونکہ اس جماعت کو اپنے جھوٹ کا علم تھا۔ اس لئے تیار نہ ہوئی اور اس کا کذب سب پر کھل گیا۔ اسی طرح جب نجران کے نصرانی حضورؐ کے پاس آئے۔ بحث مباحثہ ہو چکا تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ آؤ ہم تم دونوں اپنی اپنی اولادوں بیویوں کو لے کر نکلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ جھوٹوں پر اپنی لعنت نازل فرمائے لیکن وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہرگز اس نبی سے مباہلہ نہ کرو۔ فوراً برباد ہو جاؤ گے چنانچہ مباہلہ سے انکار کر دیا۔ جھک کر صلح کر لی اور دب کر جزیہ دینا منظور کر لیا۔ آپؐ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ امین بنا کر بھیج دیا۔

اسی طرح مشرکین عرب سے بھی کہا گیا قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا یعنی ہم میں سے جو گمراہ ہو' اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی بڑھا دے اس کی پوری تفسیر اس آیت کے ساتھ بیان ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں ایک مرجوح

قول یہ بھی ہے کہ تم خود اپنی جانوں کے لئے موت طلب کرو کیونکہ بقول تمہارے آخرت کی بھلائیاں صرف تمہارے لئے ہی ہیں۔ انہوں نے اس کا انکار کیا لیکن یہ قول کچھ دل کو نہیں لگتا۔ اس لئے کہ بہت سے اچھے اور نیک آدمی بھی زندگی چاہتے ہیں بلکہ حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جس کی لمبی عمر ہوئی ہو اور اعمال اچھے ہوں علاوہ ازیں یہی قول یہودی بھی کہہ سکتے تھے تو بات فیصلہ کن نہ ہوتی۔ ٹھیک تفسیر وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی کہ دونوں فریق مل کر جھوٹے کی ہلاکت اور اس کی موت کی دعا کریں اور اس اعلان کے سنتے ہی یہود تو ٹھنڈے پڑ گئے اور تمام لوگوں پر ان کا جھوٹ کھل گیا اور وہ پیشین گوئی بھی سچی ثابت ہوئی کہ یہ لوگ ہرگز موت طلب نہیں کریں گے۔ اس مباہلہ کا نام اصطلاح میں تمنی رکھا گیا کیونکہ ہر فریق باطل پرست کی موت کی آرزو کرتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ
يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ
اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع ۱۰

بلکہ سب سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص اے نبی تو انہی کو پائے گا۔ یہ حرص زندگی میں مشرکوں سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے تو ہر شخص ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے گو یہ عمر دیا جانا بھی انہیں عذابوں سے نہیں چھڑا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو بخوبی دیکھ رہا ہے ○

(آیت:۹۶) پھر فرمایا کہ یہ تو مشرکین سے بھی زیادہ طویل عمر کے خواہاں ہیں کیونکہ ان کفار کے لئے دنیا جنت ہے اور ان کی تمنا اور کوشش ہے کہ یہاں زیادہ رہیں۔ خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں' منافق کو حیات دنیوی کی حرص کافر سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ یہودی تو ایک ہزار سال کی عمریں چاہتے ہیں حالانکہ اتنی لمبی عمر بھی انہیں ان عذابوں سے نجات نہیں دے سکتی چونکہ کفار کو تو آخرت پر یقین ہی نہیں ہوتا مگر انہیں یقین تو تھا لیکن ان کی اپنی سیاہ کاریاں بھی ان کے سامنے تھیں۔ اس لئے موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے لیکن ابلیس کے برابر بھی عمر پالیں تو کیا ہوا عذاب سے تو نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ تمام بندوں کے تمام بھلے برے اعمال کو وہ بخوبی جانتا ہے اور ویسا ہی بدلہ دے گا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ
اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ
فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

(اے نبی) تم کہہ دو کہ جو جبرئیل کا دشمن ہو جس نے تیرے دل میں پیغام باری اتارا ہے' جو پیغام ان کے پاس کی کتاب کو سچا بتانے والا اور ایمان والوں کو ہدایت وخوشخبری دینے والا ہے ○ تو اللہ بھی اس کا دشمن ہے ○ جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے ○

خصومت جبرئیل علیہ السلام موجب کفر وعصیان : ☆☆ (آیت:۹۷-۹۸) امام جعفر طبری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس پر تمام

مفسرین کا اتفاق ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت جبرئیلؑ کو اپنا دشمن اور حضرت میکائیلؑ کو اپنا دوست بتایا تھا' اس وقت ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن بعض کہتے ہیں کہ امر نبوت کے بارے میں جو گفتگو ان کی حضورؐ سے ہوئی تھی' اس میں انہوں نے یہ کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا جو مناظرہ حضورؐ کی نبوت کے بارے میں ہوا تھا' اس میں انہوں نے یہ کہا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہودیوں کی ایک جماعت رسول مقبول ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ ہم آپ سے چند سوال کرتے ہیں جن کے صحیح جواب نبیؐ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان کے جوابات دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا' بہتر ہے جو چاہو پوچھو مگر عہد کرو کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک جواب دوں گا تو تم میری نبوت کا اقرار کر لو گے اور میری فرمانبرداری کے پابند ہو جاؤ گے۔ انہوں نے آپ سے وعدہ کیا اور عہد دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت یعقوبؑ کی طرح اللہ کی شہادت کے ساتھ ان سے پختہ وعدہ لے کر انہیں سوال کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے کہا پہلے تو یہ بتایئے کہ توراۃ نازل ہونے سے پہلے حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر کس چیز کو حرام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا جب حضرت یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی بیماری میں سخت بیمار ہوئے تو نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے شفا دے تو میں اپنی کھانے کی سب سے زیادہ مرغوب چیز اور سب سے زیادہ محبوب چیز پینے کی چھوڑ دوں گا۔ جب تندرست ہو گئے تو اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا جو آپ کو پسند خاطر تھا' چھوڑ دیا' تمہیں اللہ کی قسم جس نے حضرت موسیٰ پر توراۃ اتاری' بتاؤ یہ سچ ہے؟ ان سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں حضور سچ ہے۔ بجا ارشاد ہوا۔ اچھا اب ہم پوچھتے ہیں کہ عورت مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ آپ نے فرمایا' سنو مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے جو بھی غالب آ جائے اسی کے مطابق پیدائش ہوتی ہے اور شبیہ بھی۔ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد نرینہ ہوتی ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد لڑکی ہوتی ہے۔ تمہیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' سچ بتاؤ میرا جواب صحیح ہے؟ سب نے قسم کھا کر کہا بیشک آپ نے بجا ارشاد فرمایا۔

آپ نے ان دو باتوں پر اللہ کو گواہ بنایا۔ انہوں نے کہا' اچھا یہ فرمایئے کہ توراۃ میں جس نبی امی کی خبر ہے اس کی خاص نشانی کیا ہے؟ اور اس کے پاس کونسا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں جب سوئی ہوئی ہوں اس وقت میں اس کا دل جاگتا رہتا ہے۔ تمہیں اس رب کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو توراۃ دی' بتاؤ تو میں نے ٹھیک جواب دیا؟ سب نے قسم کھا کر کہا آپ نے بالکل صحیح جواب دیا۔ اب ہماری اس سوال کی دوسری شق کا جواب بھی عنایت فرما دیجئے۔ اسی پر بحث کا خاتمہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا' میرا ولی جبرئیل ہے۔ وہی میرے پاس وحی لاتا ہے اور وہی تمام انبیاء کرام کے پاس پیغام باری لاتا رہا۔ سچ کہو اور قسم کھا کر کہو کہ میرا یہ جواب بھی درست ہے؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ جواب تو درست ہے لیکن چونکہ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے' وہ سختی اور خون ریزی وغیرہ لے کر آتا رہتا ہے' اس لئے ہم اس کی نہیں مانیں گے' نہ آپ کی مانیں گے۔ ہاں اگر آپ کے پاس حضرت میکائیلؑ وحی لے کر آتے جو رحمت' بارش' پیداوار وغیرہ لے کر آتے ہیں' ہمارے دوست ہیں تو ہم آپ کی تابعداری اور تصدیق کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہیں ادھر ادھر لے جاتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ گرج کی آواز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' یہ اسی فرشتے کی آواز ہے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد وغیرہ۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے' اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ

تعالٰی عنہ اپنے باغ میں تھے اور یہودیت پر قائم تھے۔ انہوں نے جب آپؐ کی آمد کی خبر سنی تو حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا حضور یہ فرمائیے کہ قیامت کی پہلی شرط کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کونسی چیز بچہ کو کبھی ماں کی طرف کھینچتی ہے اور کبھی باپ کی طرف۔ آپ نے فرمایا ان تینوں سوالوں کے جواب ابھی ابھی جبرئیل نے مجھے بتلائے ہیں۔ سنو۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا۔ پہلی نشانی قیامت کی ایک آگ ہے جو لوگوں کے پیچھے لگے گی اور انہیں مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کر دے گی۔ جنتیوں کی پہلی خوراک مچھلی کی کلیجی بطور ضیافت ہوگی۔ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت کر جاتا ہے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی سے سبقت لے جاتا ہے تو لڑکی ہوتی ہے یہ جواب سنتے ہی حضرت عبداللہ مسلمان ہو گئے اور پکار اٹھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ پھر کہنے لگے حضور یہودی بڑے بیوقوف لوگ ہیں۔ اگر انہیں میرا اسلام لانا پہلے معلوم ہو جائے گا تو وہ مجھے کہیں گے آپ پہلے انہیں ذرا قائل کر لیجئے۔ اس کے بعد آپ کے پاس جب یہودی آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا بڑے بزرگ اور دانشور آدمی ہیں بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ تو ہمارے سردار ہیں اور سرداروں کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا اگر وہ مسلمان ہو جائیں پھر تو تمہیں اسلام قبول کرنے میں تامل نہیں ہوگا؟ کہنے لگے اعوذ باللہ اعوذ باللہ' وہ مسلمان ہی کیوں ہونے لگے؟ حضرت عبداللہؓ جواب تک چھپے ہوئے تھے' باہر آ گئے اور زور سے کلمہ پڑھا۔ تو تمام کے تمام شور مچانے لگے کہ یہ خود بھی برا ہے۔ اس کے باپ دادے بھی برے تھے۔ یہ بڑا نیچے درجہ کا آدمی ہے۔ خاندانی کمینہ ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا' حضورؐ اسی چیز کا مجھے ڈر تھا۔

صحیح بخاری میں ہے' حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں جِبْرُ مِيْكُ' اِسْرَافْ کے معنی عبد یعنی بندے کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں تو جبرئیل وغیرہ کے معنی عبداللہ ہوئے' بعض لوگوں نے اس کے معنی الٹ بھی کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایل کے معنی عبد کے ہیں اور اس سے پہلے کے الفاظ اللہ کے نام ہیں جیسے عربی میں عبداللہ' عبدالرحمٰن' عبدالملک' عبدالقدوس' عبدالسلام' عبدالکافی' عبدالجلیل وغیرہ لفظ عبد ہر جگہ باقی رہا اور اللہ کے نام بدلتے رہے اس طرح ایل ہر جگہ باقی ہے اور اللہ کے اسماء حسنہ بدلتے رہتے ہیں۔ غیر عربی زبان میں مضاف الیہ پہلے آتا ہے اور مضاف بعد میں۔ اسی قاعدے کے مطابق ان ناموں میں بھی ہے جیسے جبرئیل' میکائیل' اسرافیل' عزرائیل وغیرہ۔

اب مفسرین کی دوسری جماعت کی دلیل سنئے جو لکھتے ہیں کہ یہ گفتگو جناب عمرؓ سے ہوئی تھی۔ شعبہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ روحاء میں آئے۔ دیکھا کہ لوگ دوڑ بھاگ کر ایک پتھروں کے تودے کے پاس جا کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جواب ملا کہ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی ہے۔ آپؐ بہت ناراض ہوئے کہ حضور گو جہاں کہیں نماز کا وقت آتا تھا پڑھ لیا کرتے تھے پہلے چلے جایا کرتے تھے۔ اب ان مقامات کو متبرک سمجھ کر خواہ مخواہ وہیں جا کر نماز ادا کرنا کس نے بتلایا؟ پھر آپ اور باتوں میں لگ گئے فرمانے لگے۔

میں یہودیوں کے مجمع میں کبھی کبھی چلا جایا کرتا اور یہ دیکھتا رہتا تھا کہ کس طرح قرآن توراۃ کی اور توراۃ قرآن کی سچائی کی تصدیق کرتی ہے۔ یہودی بھی مجھ سے محبت ظاہر کرنے لگے اور اکثر بات چیت ہوا کرتی تھی۔ ایک دن میں ان سے باتیں کر ہی رہا تھا تو راستے سے حضور نکلے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تمہارے نبیؐ وہ جا رہے ہیں۔ میں نے کہا' میں ان کے پاس جاتا ہوں لیکن تم یہ تو بتلاؤ' تمہیں اللہ وحدہ کی قسم اللہ جل شانہ برحق کو مدنظر رکھو۔ اس کی نعمتوں کا خیال کرو۔ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے۔ ذرا رب کی قسم کھا کر بتاؤ' کیا تم حضور کو رسول نہیں مانتے؟ اب سب خاموش ہو گئے۔ ان کے بڑے عالم نے جو ان سب میں علم میں بھی کامل تھا اور سب کا سردار بھی تھا' اس نے کہا اس شخص نے

اتنی سخت قسم دی ہے۔ تم صاف اور سچا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا' حضرت آپ ہی ہمارے بڑے ہیں۔ ذرا آپ ہی جواب دیجئے۔ اس لاٹ پادری نے کہا سنئے جناب۔ آپ نے زبردست قسم دی ہے لہٰذا سچ تو یہی ہے کہ ہم دل سے جانتے ہیں کہ حضورؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے کہا افسوس جب یہ جانتے ہو تو پھر مانتے کیوں نہیں۔ کہا صرف اس وجہ سے کہ ان کے پاس آسمانی وحی لے کر آنے والے جبرئیل ہیں جو نہایت سختی' تنگی' شدت' عذاب اور تکلیف کے فرشتے ہیں۔ ہم ان کے اور وہ ہمارے دشمن ہیں۔ اگر وحی لے کر حضرت میکائیل آتے جو رحمت ورافت' تخفیف وراحت والے فرشتے ہیں تو ہمیں ماننے میں تامل نہ ہوتا۔ میں نے کہا اچھا بتاؤ تو ان دونوں کی اللہ کے نزدیک کیا قدر ومنزلت ہے؟ انہوں نے کہا' ایک تو جناب باری کے داہنے بازو ہے اور دوسرا دوسری طرف۔ میں نے کہا' اللہ کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں' جو ان میں سے کسی کا دشمن ہو۔ اس کا دشمن اللہ بھی ہے اور دوسرا فرشتہ بھی کیونکہ جبرئیل کے دشمن سے میکائیل دوستی نہیں رکھ سکتا اور میکائیل کا دشمن جبرئیل کا دوست نہیں ہوسکتا۔ نہ ان میں سے کسی ایک کا دشمن' اللہ تبارک وتعالیٰ کا دوست ہوسکتا ہے' نہ ان دونوں میں سے کوئی ایک باری تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر آسکتا ہے' نہ کوئی کام کرسکتا ہے۔ واللہ مجھے نہ تم سے لالچ ہے نہ خوف۔ سنو جو شخص اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو' اس کے فرشتوں' اس کے رسولوں اور جبرائیل ومیکائیل کا دشمن ہو تو اس کافر کا اللہ وحدہ لاشریک بھی دشمن ہے۔ اتنا کہہ کر میں چلا آیا۔ حضور ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے ابن خطاب مجھ پر تازہ وحی نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا حضور سنائیے۔ آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ میں نے کہا حضورؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یہی باتیں ابھی ابھی یہودیوں سے میری ہو رہی تھیں۔ میں تو چاہتا ہی تھا بلکہ اسی لئے حاضر خدمت ہوا تھا کہ آپ کو اطلاع کروں مگر میرے آنے سے پہلے لطیف وخبیر' سننے دیکھنے والے اللہ نے آپ کو خبر پہنچا دی۔ ملاحظہ ہو ابن ابی حاتم وغیرہ مگر یہ روایت منقطع ہے۔ سند متصل نہیں۔ شعبیؒ نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کے امین فرشتے ہیں۔ اللہ کے حکم سے آپ کے دل میں اللہ کی وحی پہنچانے پر مقرر ہیں۔ وہ فرشتوں میں سے اللہ کے رسول ہیں۔ کسی ایک رسول سے عداوت رکھنے والا سب رسولوں سے عداوت رکھنے والا ہوتا ہے جیسے ایک رسول پر ایمان سب رسولوں پر ایمان لانے کا نام ہے اور ایک رسول کے ساتھ کفر تمام نبیوں کے ساتھ کفر کرنے کے برابر ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کے نہ ماننے والوں کو کافر فرمایا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ الخ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے دوسری آیت کے آخر تک۔ پس ان آیتوں میں صراحتاً ان لوگوں کو کافر کہا جو کسی ایک رسول کو بھی نہ مانیں۔ اسی طرح جبرئیل کا دشمن اللہ کا دشمن ہے کیونکہ وہ اپنی مرضی سے نہیں آتے۔ قرآن فرماتا ہے وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ الخ یعنی ہم اللہ کے حکم کے سوا نہیں اترتے' یہ نازل کیا ہوا رب العالمین کا ہے جسے لے کر روح الامین آتے ہیں اور تیرے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ تو لوگوں کو ہوشیار کردے۔ صحیح بخاری کی حدیث قدسی میں ہے میرے دوستوں سے دشمنی کرنے والا مجھ سے لڑائی کا اعلان کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کی یہ بھی ایک صفت ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کی تمام ربانی کلام کی تصدیق کرتا ہے اور ایمانداروں کے دلوں کی ہدایت اور ان کے لئے جنت کی خوش خبری دیتا ہے جیسے فرمایا هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ فرمایا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے۔ رسولوں میں انسانی رسول اور ملکی رسول سب شامل ہیں جیسے فرمایا اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے اپنے رسول چھانٹ لیتا ہے۔ جبرئیل اور میکائیل بھی فرشتوں میں ہیں لیکن ان کا خصوصاً نام لیا تاکہ مسئلہ بالکل صاف ہوجائے اور یہودی جان لیں کہ ان میں سے

ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن ہے بلکہ اللہ بھی اس کا دشمن ہے۔ حضرت میکائیل بھی کبھی کبھی انبیاء کے پاس آتے رہے ہیں جیسے کہ نبی ﷺ کے ساتھ شروع شروع میں تھے لیکن اس کام پر مقرر حضرت جبرئیلؑ ہیں۔ جیسے حضرت میکائیل روئیدگی اور بارش وغیرہ پر اور جیسے حضرت اسرافیل صور پھونکنے پر۔ ایک صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ رات کو جب تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تب یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اے اللہ! اے جبرائیل' میکائیل' اسرافیل کے رب' اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اے ظاہر وباطن کو جاننے والے' اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ تو ہی کرتا ہے۔ اے اللہ اختلافی امور میں اپنے حکم سے حق کی طرف میری رہبری کر' تو جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ لفظ جبرئیل وغیرہ کی تحقیق اور اس کے معانی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ حضرت عبدالعزیز بن عمرؒ فرماتے ہیں' فرشتوں میں حضرت جبرئیل کا نام خادم اللہ ہے۔ ابو سلیمانی دارانی یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمانے لگے' یہ ایک روایت میری روایتوں کے ایک دفتر سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ جبرئیل اور میکائیل کے لفظ میں بہت سارے لغت ہیں اور مختلف قرات ہیں جن کے بیان کی مناسب جگہ کتب لغت ہیں۔ ہم کتاب کے حجم کو بڑھانا نہیں چاہتے کیونکہ کسی معنی کی سمجھ یا کسی حکم کا مفاد ان پر موقوف نہیں۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی پاک ذات پر ہے۔ آیت کے خاتمہ میں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ بھی ان لوگوں کا دشمن ہے بلکہ فرمایا اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ اس میں ایسے لوگوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ اسے عربی میں مضمر کی جگہ مظہر کہتے ہیں اور کلام عرب میں اکثر اس کی مثالیں شعروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ گویا یوں کہا جاتا ہے کہ جس نے اللہ کے دوست سے دشمنی کی' اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جو اللہ کا دشمن' اللہ بھی اس کا دشمن اور جس کا دشمن خود اللہ قادر مطلق ہو جائے' اس کے کفر و بربادی میں کیا شبہ رہ گیا؟ صحیح بخاری کی حدیث پہلے گذر چکی کہ اللہ فرماتا ہے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والے کو میں اعلان جنگ دیتا ہوں۔ میں اپنے دوستوں کا بدلہ لے لیا کرتا ہوں اور حدیث میں ہی ہے جس کا دشمن میں ہو جاؤں' وہ برباد ہو کر ہی رہتا ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَکْفُرُ بِھَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَکُلَّمَا عٰھَدُوْا عَھْدًا نَّبَذَہٗ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ ۭ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

یقیناً ہم نے تیری طرف روشن دلیلیں بھیجی ہیں جن کا انکار سوائے بدکاروں کے کوئی نہیں کرتا ○ یہ لوگ جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کی ایک نہ ایک جماعت اسے توڑ دیتی ہے بلکہ ان میں سے اکثر ایمان سے خالی ہیں ○

سلیمان علیہ السلام جادوگر نہیں تھے: ☆☆ (آیت:۱۰۰) یعنی اے محمد ﷺ ہم نے ایسی نشانیاں جو آپ کی نبوت کی صریح دلیل بن سکیں' نازل فرما دی ہیں یہودیوں کی مخصوص معلومات کا ذخیرہ' ان کی کتاب کی پوشیدہ باتیں' ان کی تحریف وتبدیلی احکام وغیرہ سب ہم نے اپنی معجز نما کتاب قرآن کریم میں بیان فرما دیے ہیں جنہیں سن کر ہر زندہ ضمیر آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ یہودیوں کو ان کا حسد و بغض روک دے ورنہ ہر شخص جان سکتا ہے کہ ایک امی شخص سے ایسا پاکیزہ خوبیوں والا حکمتوں والا کلام کہا